# انشورنس کی شرعی حیثیت

جناب پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری

## موضوع کا تعارف

مسلمانوں کی حالت بھی قابل رحم ہے۔ یہ بیچارے جب سے ذہنی طور پر مغرب کے غلام بنے ہیں ان کی یہ عادت ثانیہ بن گئی ہے کہ جو فکر اور نظام مغرب اپنا تیار کردہ کہہ دے اُسے یہ نہ صرف نعمت عظمیٰ سمجھ کر قبول کرتے ہیں بلکہ صرف اسی ہی کو اپنی کامیابی کا واحد ذریعہ تصور کرنے لگ جاتے ہیں اور جو غیرت مند مسلمان اسے قبول نہ کرنے یا اس کی خامیوں اور دینی مفسدات کی طرف اشارہ کر دے اسے دقیانوس، رجعت پسند اور نہ جانے کیا کیا کچھ کہا جاتا ہے اور اُسے مسلمانوں کی ترقی کی راہ کا پتھر سمجھ کر ہٹانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ذہنی غلامی کا پہلا ثمرہ یہی ہوتا ہے کہ غلام کے ذہن سے خوب اور ناخوب، اور نفع اور نقصان کی تمیز اُٹھ جاتی ہے۔ یہی کچھ انشورنس کی قبولیت کے بارے میں اُمت مسلمہ کا رویہ رہا ہے۔ مخلصین علماء اُمت پر اللہ کریم کی کروڑوں رحمتیں ہوں یہ بیچارے ہر نئے نظام اور ہر نئے فتنہ کی حلت و حرمت اور اس کے دینی مفسدات کو جاننے کے لیے اپنی ساری کوششیں صرف کرتے ہیں پھر اُمت مسلمہ کو اس کے جواز یا عدم جواز کا فتویٰ دیتے ہیں مغرب کے نظام سرمایہ داری کے ایک حیلے انشورنس کے ساتھ بھی علماء کرام نے یہی سلوک کیا ہے اس وقت تک انشورنس کے موضوع پر تقریباً دنیا کی تمام زندہ زبانوں میں علماء اسلام نے بہت سی کتابیں لکھی

ہیں اسلامی معاشیات کے طلبہ اور محققین کے لیے چند کتب کے نام درج کیے جاتے ہیں: عربی زبان میں ڈاکٹر حسین حامد حسان کی "حکم الشریعۃ الاسلامیۃ فی عقود التامین" ڈاکٹر محمد علی عرفہ کی کتاب "عقد التامین" ڈاکٹر مصطفٰی الزرقا کی کتاب "المدخل الفقھی العام" ڈاکٹر سعد واصف کی کتاب "التامین من المسئولیۃ" وغیرہ انگریزی میں ڈاکٹر مصلح الدین کی کتاب "Insurance and Islamic Law" اردو میں حضرت مفتی محمد شفیعؒ اور مولانا مفتی ولی حسن مدظلہ کی کتاب "بیمہ زندگی" اور مجھ ناکارہ کی حقیر سی کتاب "موجودہ نظام انشورنس اور اسلام کا نظام تکافل اجتماعی" قابل ذکر ہیں ان تمام اور دیگر مشہور کتب فقہ کو سامنے رکھ کر احقر نے اپنے اس مقالہ کا مواد اکٹھا کیا ہے۔ قارئین کرام کی سہولت کے لیے اس مواد کو مندرجہ ذیل حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱ موجودہ نظام انشورنس کا تعارف۔

۲ موجودہ نظام انشورنس کا شریعت اسلامیہ کی روشنی میں جائزہ۔

۳ انشورنس کے مؤیدین کے نقلی دلائل کا تجزیہ اور جواب۔

مخلصین اور راسخ العقیدہ علماء اسلام اور فکر جدید کے حاملین محققین دونوں کی تحریریں پڑھنے کے بعد احقر اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ موجودہ نظام انشورنس نہ صرف شرعی طور پر ناجائز ہے بلکہ معاشی طور پر بھی ایک استحصالی حربہ ہے جس کے اوزار ربوا (سود) اور قمار (جوا) ہیں اور جس کا نتیجہ قومی دولت کا چند سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں مرتکز ہونا ہے۔ اگر ہمارے خیر خواہ اسکالرز کی رائے کے مطابق موجودہ نظام انشورنس کو اپنانا ہماری لازمی برائی ( ) بن چکی ہے تو پھر اسلام کے عادلانہ نظام معیشت کی روشنی میں اس کی اصلاح کرنا ہوگی اور اس کے فاسد اور مضرت رساں مواد کو نکال باہر کرنا ہوگا۔ یہ مقالہ اسی مقصد کے لیے لکھا گیا ہے۔ اللہ کریم محض اپنے کرم سے اس حقیر کوشش کو قبول فرما کر مزید کی توفیق سے نوازے آمین۔

آئیے اب اس اجمال کی تفصیل کی طرف آتے ہیں۔

## انشورنس کا مفہوم

انشورنس (Insurance) انگریزی کا لفظ ہے جس کا اردو ترجمہ بیمہ اور

عربی ترجمہ تامین ہے۔ انشورنس اپنے اصطلاحی معنوں میں کاروبار کی ایک ایسی شکل ہے جس میں بیمہ کی پالیسی خریدنے والے کو اس کے مستقبل کے خطرات سے تحفظ اور غیر متوقع نقصانات کی تلافی کی ضمانت دی جاتی ہے۔ گویا انشورنس کے معنی ضمانت، تحفظ اور یقین دہانی کے ہو سکتے ہیں۔ جو کمپنی (سرکاری یا نجی) انشورنس کا کاروبار کرتی ہے اسے انشورنس (یا بیمہ) کمپنی (یا شرکۃ التامین) کہا جاتا ہے۔ اس کمپنی کے بیان کردہ طریقہ کار کے قواعد کی رو سے اس کے بیمہ داروں (Policy Holders) میں سے کسی کا نقصان ہو جائے تو سب مل کر اس کی تلافی کرتے ہیں۔ یہ تلافی کمپنی بیمہ داروں کی جمع شدہ رقوم پر حاصل ہونے والے منافع (جو اکثر صورتوں میں سود ہوتا ہے) سے کرتی ہے اس طرح کمپنی ایک کا بار سب پر ڈالتی ہے۔ اور (کمپنی کے دعوی کے مطابق) یوں سب مل کر ایک کے نقصان کی تلافی کر دیتے ہیں۔ اسی طریقہ کار کی تائید میں انسائیکلو پیڈیا آف برٹینیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے۔

"انشورنس کا سادہ ترین مفہوم ایسی ضمانت ہے جو لوگوں کا ایک ایسا گروہ دیتا ہے جن میں سے ہر ایک کسی نہ کسی ایسے خطرہ میں ہوتا ہے جس کے اثرات قبل از وقوع جانچے نہیں جا سکتے ایسا خطرہ جب بھی واقع ہوتا ہے۔ اس کے اثرات اس گروہ کے تمام افراد پہ تقسیم کر دئے جائیں گے [1]"

اس رائے کی روشنی میں انشورنس کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ایسے خطرات کا تحفظ دینے کا نام ہے جو ایک انسان کی زندگی یا اس کے کاروبار پر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اور اگر مصیبت کو ہمدردی اور تعاون کے جذبہ سے نہ بانٹا جائے تو وہ شخص تباہ ہو جائے [2]

مذکورہ بحث کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کرنا بجا ہوگا کہ انشورنس سے مراد مستقبل کے انجانے خطرات سے تحفظ کی ضمانت ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا انشورنس مستقبل کے خطرات سے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے یا بچاؤ کی تدابیر بھی کرتا ہے؟ اس سوال کے جواب میں انشورنس کے حامیوں میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ ایک گروہ اسے مستقبل کے خطرات سے بچاؤ کی تدبیر محض کا نام دیتا ہے جبکہ دوسرا اسے خطرات کے خلاف اہتمام تصور کرتا ہے۔

---

[1] انسائیکلو پیڈیا آف برٹینیکا (گیارہواں ایڈیشن) جلد ۱۴، صفحہ ۶۵۶۔

[2] Morgan (Ed) Porter: Laws of Insurance. London, 1933; p.1.

## انشورنس کا طریق کار

ایک معاہدہ کے تحت جو انشورنس کمپنی اور طالب انشورنس کے درمیان طے پاتا ہے انشورنس کمپنی بیمہ کے طالب سے ایک معینہ رقم جس کا تعین بیمہ پالیسی خریدنے والے کی مالی حالت (اگر بیمہ زندگی ہے تو) اس کی صحت اور اگر بیمہ کی جانے والی کوئی شئے یا جائیداد ہے تو اس کی نوعیت، مالیت، نقصانات اور خطرات سے متعلق سابقہ تجربات، بیمہ کمپنی کے دفتری اخراجات اور متوقع نفع (بالفاظ دیگر شرح سود) سے ہوتا ہے [1] ایک مدت معینہ کے بعد وہ رقم بیمہ دار یا اس کے (اس) وارث کو (جسے وہ نامزد کرے) مل جاتی ہے۔ اس کی اصل رقم کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ کمپنی ایک مقررہ شرح کے ساتھ کچھ مزید رقم بھی دیتی ہے جو دراصل سود ہوتا ہے جسے کمپنی اپنی وضع کردہ اصطلاح میں بونس (منافع) کہتی ہے۔

بیمہ کمپنی اس مجتمع رقم کی سرمایہ کاری کرتی ہے اور اس پر سود کماتی ہے اور اس طرح وہ کثیر رقم کماتی ہے جس کا بیشتر حصہ کمپنی خود اپنی رقم خرچ کیے بغیر رکھ لیتی ہے اور ایک قلیل مقدار بیمہ داروں کو دے کر خوش کر دیتی ہے۔

## انشورنس کی چند شرائط

انشورنس کے طریقہ کار کی مزید وضاحت کے لیے اس کی چند شرائط کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ کسی بیمہ دار کو دو سال تک متواتر اقساط ادا کرنے پر اس کا اہل سمجھا جاتا ہے کہ وہ کمپنی سے اپنی جمع شدہ رقم کے مقابل کم شرح سود پر قرض لے لے

۲۔ اگر کوئی بیمہ دار سود نہ لینا چاہے تو انشورنس کمپنی اسے مجبور نہیں کرتی البتہ اس کی ادا شدہ

---

[1] Preston and Colinrex. The Laws of Insurance; London; 1966. p.114

رقم کو وہ سودی کاروبار میں ضرور لگاتی ہے۔ اور مقررہ شرائط کے مطابق مقررہ مدت کے بعد اسے واپس کر دیتی ہے۔

۲۔ بیمہ دار کو ایک معینہ رقم انشورنس کمپنی کو بالاقساط ادا کرنا پڑتی ہے جسے پریمیم کہتے ہیں اگر بیمہ دار اپنی بعض مالی مجبوریوں یا اپنی مرضی سے چند اقساط بیمہ ادا کرنے کے بعد ادائیگی اقساط کا سلسلہ منقطع کر دے تو کمپنی (جس کی بنیاد بیمہ کے حامیوں کی دلیل کے مطابق ہمدردی اور خیر خواہی پر رکھی گئی ہے) اس کی جمع شدہ رقم سوخت کر لیتی ہے۔ البتہ کمپنی اسے اتنی اجازت دے دیتی ہے کہ اگر وہ شخص چاہے تو درمیانی اقساط ادا کرے یا نئے سرے سے اقساط کا سلسلہ جاری کر کے دوبارہ بیمہ دار بن سکتا ہے۔ مگر اقساط کی ادائیگی بند کر کے وہ اپنی اداشدہ رقم لینے کا حقدار نہیں[1]۔

نئے قوانین کے تحت اگر ایک بیمہ دار مسلسل تین سال تک اقساط کی باقاعدہ ادائیگی کرتا ہے تو اقساط بند کرنے کی صورت میں اُسے اداشدہ رقم کا کچھ حصہ مل جاتا ہے البتہ ساری رقم نہیں ملتی۔ یعنی غیر شرعی طریقہ پر پرایا مال ہضم کرنے کی رکاوٹ نئے قوانین بھی نہیں فراہم کر سکے۔

## انشورنس کی ضرورت واہمیت

ہم یہاں ان دلائل کا خلاصہ پیش کرتے ہیں جو کاروبار انشورنس کے وکلاء گاہے بگاہے دوہراتے رہتے ہیں۔

۱۔ احساس تحفظ اور اس کی تلاش انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ ہر انسان چاہتا ہے کہ اس کا مستقبل محفوظ ہو۔ دنیا جائے عبرت ہے یہاں روزانہ ان گنت ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں جو انسان کو چونکا دیتے ہیں۔ غیر متوقع حالات اور ناخوشگوار واقعات کے مقابلہ میں ابن آدم کی بے بسی کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود حضرت انسان کی

---

[1] مولانا مفتی ولی حسن: بیمہ زندگی: ایچ۔ ایم سعید کمپنی، پاکستانی چوک کراچی: ۱۹۸۲ء۔ ص ۵

انکی سب سے بڑی کمزوری ہے کہ یہ مستقبل کے حالات اور ایسے واقعات کے متعلق بالکل بے خبر ہے جو اس کی زندگی میں انقلاب بپا کر دیتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے۔

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ [۱]

ترجمہ: کوئی نفس یہ نہیں جانتا کہ کل اس کے ساتھ کیا واقعہ پیش آنے کو ہے اور نہ ہی کسی نفس کو یہ خبر ہے کہ اسے کس سرزمین پر موت آئے گی مگر یہ مٹی کا بنا ہوا کمزور انسان اپنے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں مستقبل کے خطرات سے تحفظ اور بچاؤ کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ جس میں اُسے کامیابی یا ناکامیابی دونوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ انشورنس کمپنیوں کا وجود اسی انسانی فطرت کا جواب ہے۔

۲- ایسا غریب یا متوسط شخص جو کثیر العیال ہو اگر ناگہانی طریقہ پر وفات پا جائے تو اس کے پسماندگان سخت مالی پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں چونکہ ایسا شخص کثیر المال نہیں ہوتا کہ وہ کثیر مقدار میں وراثت چھوڑ جائے جو اس کے ورثاء کی کفالت کے لیے کافی ہو اس طرح ایسے شخص کی اولاد کو بیمہ کمپنی کے ذریعہ سہارا مل جاتا ہے اور ان کی تعلیم وغیرہ کا سلسلہ بھی منقطع نہیں ہوتا۔ بصورت دیگر جن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں ان کا تجربہ ہو۔

۳- اولاد کے ناہنجار ہونے کی صورت میں بیمہ دار والدین کو پیرانہ سالی کے دکھوں میں کچھ سہارا محسوس ہوتا ہے۔

۴- بعض ممالک جہاں مسلم غیر مسلموں کے ساتھ رہتے ہیں۔ وہاں مذہب اور نظریہ کے نام پر بلوے اور ہنگامے، جو گھراؤ اور جلاؤ تک پہنچ جاتے ہیں، روزانہ کا معمول بن چکے ہیں اور جن کا نتیجہ لاکھوں کی جائیداد کا راکھ کا ڈھیر بننے کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ ایسے ممالک میں مسلمان اگر اپنی جائیداد کا بیمہ کرالیں تو مفید ہوگا۔

۵- سائنسی ایجادات کا فروغ اپنی بہت سی برکات کے جلو میں بہت سے مفاسد بھی لے کر آیا ہے۔ اس تیز رفتاری کے دور میں حادثات روزانہ کا معمول بن چکے ہیں جو

---

[۱] سورۂ لقمان: ۳۴

اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ آج سے چالیس سال قبل ان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ایسے حالات میں اگر اپنی جائیداد کا بیمہ کرایا جائے تو نقصانات جو کسی بھی خوش حال آدمی کو قلاش بنا کر چھوڑ دیتے ہیں، کی تلافی ہو جاتی ہے۔

۶ والدین اپنی اولاد اور خاوند اپنی بیوی کے لیے بیمہ پالیسی خرید کر انہیں ناخوشگوار حالات میں سہارا فراہم کر سکتے ہیں۔

۷ انشورنس معاشرتی زندگی میں تعاون و تکافل کو وجود میں لاتا ہے جو شریعت اسلامیہ کا مقصود بھی ہے۔

## انشورنس کی چند مشہور اقسام

یوں تو انشورنس کی متعدد اقسام ہیں جن میں آئے دن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس وقت دنیا کے مختلف ممالک میں بیمہ کی جو مشہور مروجہ اقسام ہیں ان کے نام یہ ہیں

(۱) بیمہ زندگی، (۲) سمندری بیمہ۔ (۳) ذمہ داریوں کا بیمہ۔ (۴) ضمانت کا بیمہ (۵) چوری کا بیمہ (۶) املاک اور جائیداد کا بیمہ۔ (۷) فضائی بیمہ (۸) قرض کا بیمہ (۹) صحت کا بیمہ (۱۰) خطاب کا بیمہ (۱۱) بڑھاپے کا بیمہ۔ (۱۲) دستاویزات کا بیمہ۔ (۱۳) اعضاء کا بیمہ (۱۴) گروپ انشورنس انفرادی۔ (۱۵) اجتماعی انشورنس (۱۶) تبادلی انشورنس وغیرہا۔

انشورنس کی جملہ اقسام بیمہ کے اصول ایک جیسے ہیں البتہ ان تمام اقسام کی تفصیل ہمارا موضوع نہیں۔ ان کے بیان کا حاصل مقالہ کے صفحات بڑھانے کے سوا کچھ نہیں ہوگا

انشورنس کی مذکورہ اقسام میں سے دو قسمیں اجتماعی انشورنس اور تبادلی انشورنس ایسی ہیں جو شریعت مطہرہ کی رو سے جائز ہیں۔ ان دونوں قسموں کا مختصر تعارف اس مقالہ میں آگے آئے گا۔

## ۲۔ انشورنس شریعت مطہرہ کی روشنی میں

موجودہ نظام انشورنس کے بیان کردہ اغراض و مقاصد کے پیش نظر تو یہ بات وثوق

سے کہی جا سکتی ہے کہ یہ ایک سود مند اسکیم ہے جس میں کم از کم بیمہ دار کے دکھوں کا مداوا ضرور ہو جاتا ہے لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلام میں انشورنس اپنی موجودہ شکل وصورت اور شرائط کے ساتھ جائز ہے؟ تو اس کا جواب یہی ہوگا کہ انشورنس اپنے بنیادی مقاصد (امداد باہمی مستقبل کے خطرات سے حفاظت اور نقصان کی صورت میں تلافی) کے ساتھ نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے لیکن انشورنس کی جو موجودہ صورت ہے جس میں دینی اور دنیوی دونوں قسم کے مفاسد پائے جاتے ہیں، اس کی شریعت اسلامیہ میں کوئی گنجائش نہیں۔ آیئے سب سے پہلے ان مفاسد کا جائزہ لیتے چلیں جو موجودہ نظام انشورنس میں پائے جاتے ہیں۔

## موجودہ نظام انشورنس کے مقاصد

موجودہ نظام انشورنس میں گو دینی اور دنیوی دونوں قسم کے مفاسد پائے جاتے ہیں لیکن ان کی الگ الگ تقسیم مشکل ہے کیونکہ اس کا کوئی ایک مفسدہ اگر شرعی لحاظ سے ناجائز ہے تو وہی مفسدہ دوسری طرف دنیوی لحاظ سے تباہ کن بھی ہے مثلاً موجودہ نظام انشورنس کا ایک نمایاں مفسدہ سود اگر دینی اعتبار سے حرام ہے تو دوسری طرف وہ معاشی تمدن کو بھی گھن کی طرح چاٹ رہا ہے لہٰذا ہم یہاں ان مفاسد کا ذکر کریں گے جن کی حرمت اور تباہ کاری پر تمام علماء کرام کا اتفاق ہے چند مفاسد یہ ہیں۔

۱۔ سود ۲۔ قمار ۳۔ غیر شرعی شرائط ۴۔ سٹہ بازی اور دھوکہ دہی وغیرہ۔

**سود** انشورنس کے کاروبار کا حقیقت شناس یہ امر بخوبی جانتا ہے کہ اس کاروبار میں شریعت کا اصطلاحی ربوا دو صورتوں میں پایا جاتا ہے۔

(۱) انشورنس کمپنی جو سرمایہ مختلف افراد سے اکٹھا کرتی ہے اسے کاروباری کمپنیوں یا افراد کو سود پر دیتی ہے اور ان سے سود وصول کر کے کچھ بیمہ کمپنی کے مالکان کھا لیتے ہیں اور کچھ بیمہ داروں میں تقسیم کر دیتے ہیں

(۲) انشورنس کمپنی بیمہ دار شخص کو مدت بیمہ مکمل ہونے پر یا حادثہ وغیرہ کی شکل میں مقررہ

مدت سے پہلے ہی وہ رقم ادا کر دیتی ہے جس پر بیمہ دار کی زندگی یا جائیداد کا بیمہ کیا گیا تھا۔

اب بیمہ کمپنی جو رقم بیمہ دار کو دیتی ہے اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) کمپنی مدت بیمہ کی تکمیل کے بعد بیمہ دار کی اصل رقم (فرض کیا ۵۰۰۰، روپے) واپس کر دیتی ہے۔

(۲) کمپنی بیمہ دار کی اصل رقم سے زائد ادا کرتی ہے مثلاً ۷۰۰۰، روپے۔

ان دونوں صورتوں میں اسلام کے اصطلاحی ربوا کی دونوں صورتیں پائی جاتی ہیں پہلی صورت میں جب کمپنی بیمہ کی مقررہ مدت کے بعد بیمہ دار کی اصل رقم کے برابر رقم ادا کرتی ہے تو یہ ربوا بالنسیہ ہوگا گویا یہاں نقد کی بیع نقد روپے کے ساتھ کی گئی ہے یعنی ۵۰۰۰، روپے کے عوض میں ۵۰۰۰، روپے ادا کیے گئے اور تمام فقہاء اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر نقد کی بیع نقد کے ساتھ ادھار پر کی جائے تو یہ ربوا بالنسیہ ہوگا۔[1]

اس صورت کی ذرا وضاحت کرتے ہیں۔ بیمہ دار بیمہ کمپنی کو جو رقم بالاقساط ادا کرتا ہے وہ کس چیز کی قیمت ہے جو اس نے بیمہ کمپنی سے خریدی ہے؟ یا کون سا قرض اس نے بیمہ کمپنی سے لیا ہے جس کی بالاقساط ادائیگی کی جارہی ہے کیا بیمہ کمپنی کی بیمہ پالیسی مال ہے یا قرض حسنہ ہے؟ ظاہر ہے وہ مال ہے نہ قرض حسنہ پھر ادائیگی کس لیئے؟ بیمہ کمپنی والے اور بیمہ کے مویدین اسے کوئی نام دیں وہ قرض ہے۔ جسے بیمہ کمپنی بعد میں مع سود کے ادا کرے گی۔ گویا بیمہ کمپنی نے نقد کی بیع نقد کے ساتھ کی ہے۔ جسے فقہاء اسلام کی اصطلاح میں ربوا بالنسیہ (ادھار پر سود) کہا جاتا ہے۔[2]

دوسری صورت میں اگر مقررہ مدت سے قبل حادثہ کی صورت میں کمپنی بیمہ دار

---

[1] الدکتور حسین حامد حسان: حکم الشریعۃ الاسلامیۃ فی عقود التامین دار الاعتصام: قاہرہ ۱۹۷۶ء ص ۸۰، ۸۱۔

[2] ابن قیم جوزیہ: اعلام الموقعین: ۲: ۹۹-۱۰۰ مطبع منیریہ قاہرہ

کی اداکردہ اقساط کی رقم (فرض کیا ۲۰۰۰۰ روپے) سے زائد (یعنی ۵۰۰۰۰ روپے جن پر بیمہ ہوا تھا) ادا کرتی ہے تو یہ ۳۰۰۰۰ روپے زائد بغیر کسی عوض کے ہیں لہٰذا فقہاء کے نزدیک اس بغیر عوض کے زیادتی کی صورت ربوا بالفضل (نقدین دین میں زیادتی) اور ربوا بالنسیہ دونوں پائے جاتے ہیں ان نظریات کی تائید مندرجہ ذیل اقوال سے ہوتی ہے۔

(ا) ربا النسیۃ یحرم فی النقود مطلقاً[1] (نقود کے لین دین میں ربوا نسیہ مطلقاً حرام ہے۔)

(ب) "ان الزیادۃ الخالیۃ عن عوض ھو مال من الربا الذی لایخفی علی احد[2]" (کسی عوض کے بغیر جو زیادتی) (مال پر) دی یا لی جائے وہ ربوا کا مال ہے اور یہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔)

(ج) اجمع العلماء علی ان بیع الذھب بالذھب والفضۃ بالفضۃ (ای النقد بالنقد) لا یجوز الا مثلاً بمثل و یداً بید[3]

(علماء کا اس پر اجماع ہے کہ سونے کی بیع سونے کے ساتھ اور چاندی کی چاندی کے ساتھ (یعنی نقد کی بیع نقد کے ساتھ) ادھار پر جائز نہیں ہاں اگر برابر برابر ہو اور دست بدست ہو (تو جائز ہے)

اب ان تینوں اقوال کا اطلاق انشورنس کمپنی کی رقم کی ادائیگی پر کیجئے مذکورہ بحث کی روشنی میں فرض کریں بیمہ کمپنی بیمہ دار کو اسکی اصل رقم بغیر کسی زیادتی کے واپس کرتی ہے تو یہ ربوا بالنسیہ (یعنی ادھار پر سود) ہے جو شریعت اسلامی کی رو سے حرام ہے جیسا کہ قول الف - ج سے واضح ہے مثلاً جب کوئی دوسرے شخص سے کہے تم اپنے ۲۰۰ روپے مجھے ایک سال کے لیے تین سو روپے کے عوض فروخت کرو تو یہ حرام ہے البتہ قرض حسنہ

---

[1] حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر : جلد ۳ : ص ۲۵ -

[2] ایضاً

[3] ابن رشد : بدایۃ المجتہد والنہایۃ المقتصد، مطبع صبیح، طبع اول : جلد ۲ : ص ۱۴۷

کے نام پر ۳۰۰۰ روپے ایک سال تک کے لیے لینا دینا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے اور انشورنس کمپنی یہ رقم قرض حسنہ کے نام پر نہیں لیتی بلکہ وہ یہ رقم ایک موہوم بیمہ پالیسی کے عوض حاصل کرتی ہے، فرض کریں ایک بیمہ دار ۵۰ ہزار روپے بالاقساط ادا کرے۔ ۵۰ ہزار روپے کی بیمہ پالیسی خریدتا ہے گویا نقد کے بدلے نقد خریدتا ہے اور ایسا کرنا حرام ہے۔ قول راجح کی بنیاد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارکہ ہے:

"عن عبادة بن صامت رضؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: بالشعر بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل سواء بالسواء يدا بيد - فاذا اختلفت هذه الاصناف فبيعوا كيف شئتم اذا كان يداً بيد -"[1]

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سونے کا تبادلہ سونے سے اور چاندی کا چاندی سے، اور گیہوں کا گیہوں سے اور جو کا جو سے، خرما کا خرما سے اور نمک کا نمک سے یکساں، برابر، اور دست بدست ہونا چاہیئے (یعنی ناپ تول میں مساوی ہوں اور ادھار میں بھی مساوی ہوں) اور اگر ان اجناس کا تبادلہ ہم جنس کے ساتھ نہ ہو تو کمی بیشی کے ساتھ جس طرح چاہو معاملہ کرو لیکن معاملہ ادھار کا نہ ہو۔

بلکہ دست بدست ہونا ضروری ہے مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ نے اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے "یہ حدیث جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم، سے روایت ہے اور اصطلاح حدیث میں مشہور بلکہ تواتر کا درجہ رکھتی ہے[2] جہاں تک دوسری صورت کا تعلق ہے جس کی رو سے کمپنی بیمہ دار کی اصل رقم سے زائد جو کچھ منافع یا بونس کے نام پر دیتی

---

[1] مسلم بن حجاج القشیری، صحیح، جلد دوم: نور محمد اصح المطابع کراچی (سن طباعت درج نہیں)
کتاب البیوع: باب الربا: ص ۲۵

[2] مولانا حفظ الرحمٰن: اسلام کا اقتصادی نظام: ندوۃ المصنفین دہلی: ص ۲۷۲: ۱۹۵۹ء

ہے وہ اسلام کا اصطلاحی منافع نہیں ہے بلکہ وہ زیادتی جو کمپنی اپنی طرف سے بغیر کسی عوض کے دیتی ہے وہ سود ہے جیساکہ قول "ب" سے واضح ہے اگر کارکنان کمپنی کے بقول وہ کاروبار کا منافع ہے تو کاروبار کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ۔ اگر یہ شراکت ہے تو کیا شراکت کے اسلامی اصولوں کے مطابق ہے، یا مضاربت کے شرعی اصولوں کے مطابق ہے، یقیناً جواب نفی میں ہوگا تو پھر اس سرمایہ دارانہ نظام انشورنس کی موجودہ شکل کے غیر اسلامی ہونے میں کیا اشکال ہے؟۔

موجودہ نظام انشورنس کے بعض مؤیدین یہ کہتے ہیں کہ بیمہ دار کی اصل رقم پہ زیادتی احسان اور تبرّع ہے۔ ہم ان سے نہایت ادب سے درخواست کرتے ہیں یہ احسان اور تبرّع صرف بیمہ دار کے لیے ہی کیوں ہے؛ ان بے نواؤں کے لیے کیوں نہیں جن کا نہ جہاز ڈوبتا ہے نہ ان کے روئی کے کارخانے کو آگ لگتی ہے۔ پھر احسان بھی کتنا سائنٹیفک ناپا تلا اور مقررہ شرح کے ساتھ۔ ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے؟

## قماربازی

انشورنس کی یہ شرط کہ اگر بیمہ شدہ شخص یا شئے اس معینہ مدت (جس میں بیمہ ہوا ہے) سے پہلے مر یا تلف ہو جائے تو اصل رقم کے ساتھ جو بونس ملے گا اس کی شرح زیادہ ہوگی (فرض کریں اس طرح ۵۰ فیصد) اور اگر اس معینہ مدت کے بعد تک وہ بیمہ شدہ شخص زندہ رہتا ہے یا جائیداد باقی رہتی ہے تو شرح بونس کم ہوگی (فرض کریں ۴۵ فیصد) جب کہ تلف ہونے کے وقت کا علم اور تعین کرنا انسان کے بس کا روگ نہیں اس شرط کے تحت انشورنس کا کاروبار قمار (جوا) سے مشابہ ہے ہمارے اس نظریے کی دلیل الفرڈ مینز (Alfred Mans: ) کا وہ قول ہے جو وہ بیمہ کے قواعد وضوابط کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

"ایسے معاملات میں انشورنس کے کاروبار میں شرط یا جوا کے عناصر شامل ہو جاتے ہیں"[۱]

قمار کے بارے میں علماء اسلام کا قاعدہ ملاحظہ فرمائیے۔

---

[۱] Encyclopaedia of Social Sciences; vol. 7; Article on Insurance.

تعلیق الملک علی الخطر و المال فی الجانبین [1]

(قبضہ کا کسی ایسی شئے پر موقوف رکھنا جس کے ہونے اور نہ ہونے کا برابر کا احتمال ہو اور مال دونوں طرف ہو۔)

اس احتمال کی تفصیل انشورنس کمپنی کے معاہدہ کی روشنی میں یہ ہے کہ اگر بیمہ دار معینہ مدت سے پہلے مرگیا تو رقم کی اتنی مقدار (فرض کیا ۶۰ ہزار) کا مالک ہوگا اور اگر معینہ مدت کے بعد زندہ رہا تو اتنی رقم (فرض کیا ۴۵۰۰۰/۰۰ روپے) کا مالک ہوگا مقدار رقم کی تعین نہیں۔ دونوں طرح کا احتمال ہے زیادہ ملنے کا بھی اور کم ملنے کا بھی لہٰذا بیمہ کا کاروبار جوا ہے کیونکہ جوا کھیلنے والا نہیں جانتا کہ اسے کتنی ملے گی یا وہ کتنی رقم ہارے گا؛

جوا کی حرمت قرآن مجید میں آئی ہے۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ [2] (بلاشبہ شراب، جوا، بت اور پانسے ناپاک ہیں، کار شیطان ہیں پس ان سے بچو شاید تم کامیاب ہو جاؤ۔)

میسر (جوا) کی تفصیل میں امام ابوبکر الجصاص فرماتے ہیں۔

ولا خلاف بین اھل العلم فی تحریم القمار وان المخاطرة من القمار۔ فقال ان مخاطرة قمار وان اھل الجاھلیة کانوا یخاطرون علی المال والزوجة وقد کان مباحًا الی ان ورد تحریمه [3]

ترجمہ جوئے کی حرمت کے سلسلے میں اہل علم کے درمیان میں کوئی اختلاف نہیں اس فعل میں "خطرہ" کی ساری صورتوں کے شامل ہونے پر بھی اتفاق ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ خطر (کم یا زیادہ ملنے کا احتمال) جوا ہے۔ اہل جاہلیت اپنے مال اور بیوی ہر دو کو داؤ پر لگاتے تھے

---

[1] مفتی محمد شفیع و مفتی ولی حسن : بیمہ زندگی ، مطبع دارالاشاعت کراچی ۱۹۷۲ء

[2] المائدہ : آیت ۹۰

[3] ابوبکر جصاص : احکام القرآن ، ۱/۱۰۰ ص ۳۸۸

شروع شروع میں اس کی اباحت تھی مگر پھر تحریم نازل ہوئی"
انشورنس چونکہ ایک جوا ہے لہٰذا غرر کی تشریح کر لیتے ہیں تاکہ مسئلہ زیادہ واضح ہو جائے۔

## خطر اور غرر

خطر وہ ہے جس کا ہونا نہ ہونا معلوم نہ ہو اور غرر بھی انجام سے بے خبری کو کہتے ہیں۔
ملک العلماء ابوبکر الکاسانی فرماتے ہیں:

الغرر ما یکون مستور العاقبۃ۔[1]

ترجمہ غرر وہ ہے جس میں انجام سے بے خبری ہو۔
فقہاء مالکیہ کے نزدیک "ماتردد بین السلامۃ والعطب"[2] (غرر وہ ہے جو سلامتی اور ہلاکت کے درمیان ہو) اور شوافع کے نزدیک "کل ما یمکن ان یوجد وان لا یوجد"[3] (غرر ہر وہ شئے ہے جس کے ملنے یا نہ ملنے دونوں طرح کے احتمالات پائے جاتے ہوں)
بیمہ کے کاروبار میں غرر اور خطر دونوں پائے جاتے ہیں مثلاً بیمہ شدہ شخص یا شئے کا مدت معینہ سے پہلے تلف ہونا یا مرنا باقی رہنا معلوم نہیں ہوتا۔ اور وہ کتنی رقم پائے گا، یہ بھی معلوم نہیں ہوتا یعنی زندہ رہا تو کم اور فوت ہو گیا تو زیادہ۔ مگر موت کا گو وقت معین ہے مگر اس کی کسی کو خبر نہیں لہٰذا جس کاروبار کو زندگی یا موت کے وقت (جو معلوم نہیں) کے ساتھ مشروط کیا جائے وہ جوا نہیں تو کیا ہے؟ اور اس میں غرر اور خطر بھی ہیں لہٰذا ایسا کاروبار حرام ہے
امام دار الہجرت حضرت مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اسی قسم کے ایک معاملہ کی مثال دیتے ہیں:

ان یعمد الرجل الی الرجل قد ضلت راحلتہ او دابتہ او غلامہ ثمن هذہ الاشیاء

---

[1] ابوبکر الکاسانی ؒ، بدائع الصنائع، جلد ۳: قاہرہ: ۱۹۱۰ء: ص ۶۸۔
[2] حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر: جلد ۳: ص ۲۵:
[3] حوالہ بالا، ص ۲۵

خمسون دینارا فیقول انا اخذها منك بعشرین دینارا فان وجدها المتاع ذهب من مال البائع ثلاثین دینارا وان لم یجدها ذهب البائع منه بعشرین دینارا وهما لا یدریان ایضاً اذا وجدت تلك الضالة کیف تؤخذ وما حدث فیها من امر الله تعالیٰ عزوجلّ مما یکون فیه نقصها وزیادتها فهذا اعظم المخاطرة[1]

ترجمہ:۔ ایک شخص دوسرے شخص جس کی سواری یا سامان سفر یا غلام گم ہو گیا ہے۔ کی اطرح مدد کرتا ہے کہ اس کے گم شدہ مال کی قیمت ۵۰ دینار مقرر کر دیتا ہے اور صاحب مال سے کہتا ہے کہ تیرا یہ گمشدہ مال میں تجھ سے ۲۰ دینار میں لیتا ہوں (گمشدہ مال والا یہ جان کر کہ ملے نہ ملے چلو ۲۰ دینار تو سہی قبول کر لیتا ہے) پھر اگر وہ اس گمشدہ متاع کو پا لیتا ہے تو اس طرح وہ فروخت کرنے والے سے ۳۰ دینار اڑا لیتا ہے اور اگر نہیں تلاش کر پاتا پھر بیچنے والا اس سے ۲۰ دینار ہتھیا لیتا ہے اور دونوں نہیں جانتے کہ جب وہ (سودا کرنے والا) اس گمشدہ چیز کو پالے گا تو کسی طرح پالے گا کس حال میں پالے گا؟ اور اللہ کا اس چیز پر کیا حکم واقع ہو چکا ہو گا جو اس میں نقص یا زیادتی کا موجب بن سکتا ہے اس طرح کا معاملہ کرنا بہت بڑا خطرہ ہے۔

اس مثال میں یہی بتایا گیا ہے کہ ایسا معاملہ جس میں انجام کے اچھے یا برے دونوں طرح کے ہونے کا احتمال ہو شرعاً درست نہیں ایسا ہی معاملہ انشورنس کا ہے جس میں بیمہ دار کو موت کے مدت متعینہ سے قبل آجانے کی صورت میں رقم کے زیادہ ملنے اور زندہ رہنے کی صورت میں کم ملنے، دونوں طرح کا احتمال ہوتا ہے اور یہ جوا ہے لہٰذا حرام ہے۔

## ۳۔ سٹہ بازی اور دھوکہ دہی

موجودہ مروجہ نظام انشورنس میں سٹہ بازی اور دھوکہ دہی بھی ہے۔ دھوکہ دہی دونوں

---

[1] امام مالکؒ: المدونۃ الکبریٰ: جلد ۳: ص ۵۴ ۳: ۱۳۲۴ھ

اطراف (بیمہ دار اور انشورنس کمپنی) سے ہوتی ہے۔ بیمہ دار ایسا بھی کرتا ہے کہ دھوکہ دے کر اپنی جائیداد کی مالیت زیادہ ظاہر کر دی اور جب بیمہ ہو گیا تو سود کی رقم، جو اس کی مملوک شئے کی مالیت سے زائد تھی، وصول کرنے کے لئے اس شئے کو مخفی طریقے سے تلف کر دیا[۱]

ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کسی سرمایہ دار نے کارخانہ میں پڑے روئی کے ذخیرہ کا ایک کروڑ کا بیمہ کرا یہ مگر کاروبار پر زوال آتے دیکھا تو اس ملک و ملت کے دشمن نے روئی کو آگ دکھا دی اور قوم سے انشورنس کمپنی کی معرفت ایک کروڑ روپیہ وصول کر لیا۔

دوسری طرف انشورنس کمپنی کا سرمایہ دار مالک ہے جو سبز باغ دکھا دکھا کر قوم کی دولت سمیٹتا ہے، اپنا ناپاک سودی کاروبار چمکاتا ہے اور لاکھوں روپے کھاتا ہے مگر اس بھولے بیمہ دار کو صرف کچھ فیصد دے کر خوش کر دیتا ہے۔ دراصل یہ ایسا قاتل ہے جس کے ہاتھ میں تلوار بھی نہیں ہوتی اور اپنے ابنائے جنس کو اس طرح موت کے گھاٹ اتارتا ہے کہ خون کا قطرہ بھی نہیں گرنے دیتا بلکہ اپنی سرمایہ داری کی قبا کو رنگنے کے لیے اسے پہلے ہی نچوڑ لیتا ہے اور اگر کبھی اس کو نقصان کا خطرہ ہوتا ہے تو اپنی بلا نہایت عیاری سے بیمہ داروں کے سر پر ڈال دیتا ہے جس کا خمیازہ پوری قوم بھگتی ہے۔

## فاسد شرائط

موجودہ انشورنس کے کاروبار کا ایک مفسدہ اس کی فاسد شرائط ہیں ایسی شرائط جن کا تعلق غرر، خطر اور ربو سے تھا ان کا ذکر ہم کر چکے ہیں لیکن ابھی تک ایک شرط جسے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے جسے کوئی بھی منصف مزاج مفکر انسان دشمنی "شرط" کہے بغیر نہیں رہ سکتا یہ ہے کہ ایک متوسط طبقہ کا شخص جس نے اپنے لختِ جگر کا بیمہ کرایا تھا ابھی اس نے چند اقساط ہی جمع کرائی تھیں کہ اس کا کاروبار زوال پذیر ہو گیا اور بقیہ اقساط ادا نہیں کر سکا اب انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس کو اس کی پہلی جمع شدہ رقم واپس مل جائے لیکن

---

[۱] مولانا اسحاق سندیلوی: سوالنامہ مع بیمہ زندگی از مولانا مفتی محمد شفیعؒ و مولانا ولی حسن: دار الاشاعت کراچی: ۱۹۷۲ء: ص ۳۰۲

انشورنس کمپنی والے ایسا نہیں کرتے بلکہ اس کی رقم سوخت کر لیتے ہیں اور دنیا کی کوئی عدالت اسے واپس نہیں دلا سکتی کیا یہ ظلم نہیں ہے؟

مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ تینوں قسم کے بیموں بیمہ زندگی، بیمہ املاک اور بیمہ فرائض میں جو شرط ہے کہ جو شخص کچھ رقم بیمہ پالیسی کی جمع کرانے کے بعد باقی اقساط کی ادائیگی بند کر دے اس کی جمع شدہ رقم سوخت ہو جاتی ہے یہ شرط خلاف شرع اور ناجائز ہے قواعد شرعیہ کی رو سے ایسے شخص کو (جس نے بیمہ کرایا تھا) تکمیل معاہدہ پر مجبور کیا جا سکتا ہے اور عدم تعمیل کی صورت میں کوئی تعزیری سزا بھی دی جا سکتی ہے لیکن ادا کردہ رقم کو اس جرمانہ میں ضبط کر لینا جائز نہیں ہو سکتا۔[1]

البتہ کمپنی ایسے اصول بنا سکتی ہے جن کی رو سے ایسے بیمہ دار (جو اقساط کی ادائیگی خواہ مخواہ درمیان میں بند کر دیں) کے ضرر سے بچایا جا سکے مثلاً جو بیمہ دار اقساط کی ادائیگی بند کر دے اس کی رقم اس کاروبار کی تکمیل کے بعد ملے گی جس میں کمپنی نے اس کی (اقساط سے جمع شدہ) رقم لگا رکھی ہے یا اس سے کچھ فیس برائے حفاظت رقم وصول کی جا سکتی ہے۔

ایک دوسری غیر شرعی اور ظالمانہ شرط یہ بھی ہے شریعت کی رو سے کسی مورث کی جائیداد اس کے شرعی ورثاء میں ان کے شرعی حصص کے مطابق تقسیم ہونی چاہیئے مگر بیمہ کمپنی کا طریقہ یہ ہے کہ بیمہ دار اپنی بیمہ کی رقم جس وارث کے نام کروائے اس کو ملتی ہے۔ یہ ظلم اور گناہ ہے جو بیمہ دار بیمہ کمپنی کے ذریعے اپنے ورثاء پر کرتا ہے۔ اور بیمہ کمپنی اپنی شرائط کی رو سے بیمہ دار کی اس وصیت یا نامزدگی کے خلاف نہیں کرتی۔ اس طرح بعض شرعی حقدار اپنا حق وراثت حاصل نہیں کر سکتے۔

الغرض مندرجہ بالا مفاسد کی روشنی میں یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام کے معتدل اور صالح نظام معیشت (جس کی بنیاد اخوت و ہمدردی اور عام رفاہیت اور خوشحالی پر رکھی گئی ہے) میں موجودہ نظام انشورنس کے لیے کوئی جگہ نہیں کیونکہ یہ نظام سود

---

[1] مفتی محمد شفیعؒ و ولی حسن: بیمہ زندگی؛ ص ۱۸: دارالاشاعت کراچی: ۱۹۷۲ء

قمار، دھوکہ دہی، خطر اور غرر پر اپنی طرح ڈالتا ہے۔

فاضل جلیل استاد شیخ ابو زہرہ کے الفاظ اس سلسلے میں قابل توجہ ہیں فرماتے ہیں اگرچہ انشورنس کی اصلیت تو تعاون محض تھی لیکن اس کا انجام بھی اس ادارہ کا سا ہوا جو یہودیوں کے ہاتھ میں پڑا، یہودیوں نے (اس نظام کو جس کی بنیاد مسلمانان اندلس نے تعاون علی البر والتقوی پر رکھی تھی) اسے ایسے یہودی نظام میں تبدیل کر دیا۔ جس میں قمار (جوا) اور ربوا (سود) دونوں پائے جاتے ہیں لہ

## ایک اہم سوال

اگر موجودہ نظام انشورنس شریعت اسلامیہ کی رو سے حرام اور مردود ہے تو کیا اس میں کوئی ایسی ترمیم ممکن ہے کہ یہ نظام قابل قبول ہو سکے؟ اور بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ یہ نظام متعدی مرض کی طرح تمام ممالک اسلامیہ میں عام ہو رہا ہے تو اس کا جواب یہی ہے کہ اسلام جو بنی نوع انسان کے لیے آخری ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو سے ہر دور میں اور ہر ایک انسان کی رہنمائی کا دعویٰ رکھتا ہے اس کے نظام شریعت میں ایک باب اجتہاد کا ہے جو قیامت تک کھلا رہے گا اس کی روشنی میں علماء اسلام ہر دور میں نئے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کرتے رہیں گے۔

لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ علماء اسلام ہر نئی ایجاد اور ہر نئے فتنہ کے جواز کے لیے اپنی فقیہانہ قوتوں کو صرف کرتے رہیں بلکہ ان کی بحیثیت حاملین علوم نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ہر نئے مسئلہ کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کریں اور پھر اس کے جواز یا عدم جواز کا فیصلہ کریں۔ البتہ ان سے یہ توقع کرنا کہ وہ ہر نئے فتنہ کے جواز کا فتویٰ دیں، یہ ان کے منصب علمی کے خلاف ہے۔

ہمارے بعض دوست یہ بھی کہتے سنے گئے ہیں کہ علماء اسلام کی عادت ہے وہ

---

لہ لواء الاسلام: مجلد ازہر شریف) بحوالہ مولانا مفتی ولی حسن: بیمہ زندگی، ص ۴۳؛ کراچی: ۱۹۷۲ء

ہر نئی ایجاد اور ہر نئے نظام کو فقہ کی عینک سے دیکھتے ہیں اور پھر اس کے جواز یا عدم جواز کا فتوٰی دیتے ہیں۔ یہ ان مخلص علماء اسلام کی مجبوری ہے وہ جس کے بندے ہیں ہر بات میں اس کا حکم تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ایک عہد وفا کے پابند ہیں جو انہوں نے اللہ کریم سے کر رکھا ہے۔ اور وہ کون سا نیا مسئلہ ہے جس کے نظائر کتب فقہ میں نہیں ہیں اور یہی اسلام کی جامعیت کی دلیل ہے انشورنس کا کاروبار جس کی ابتدا امداد باہمی کے اصول سے ہوئی تھی اور جس نے آج ایک مذموم سرمایہ دارنہ نظام کا روپ دھار لیا ہے جس کا تار و پود سود اور جوا سے بنا ہے علماء اسلام نے اس کا حل شرعی بھی تلاش کیا ہے یہاں ہم نہایت اختصار سے علماء اسلام کی اس ترمیم و اصلاح کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کے بعد انشورنس کا موجودہ نظام انسانیت کے لیے ذریعہ فلاح اور رفاہیت بن سکتا ہے۔

# ترمیم و اصلاح

ترمیم کے رہنما اصول یہ ہو سکتے ہیں۔

## شرائط میں ترمیم

یعنی غیر شرعی اور ظالمانہ شرائط کو اسلامی شرعی اصولوں کی روشنی میں تبدیل کر دیا جائے مثلاً:

الف۔ یہ شرط کہ اگر بیمہ دار مدت بیمہ کی تکمیل سے قبل ہی فوت ہو جائے تو زیادہ شرح منافع (بونس) اور اگر تکمیل مدت کے بعد تک زندہ رہے تو کم شرح منافع۔ غرر اور خطر ہے۔ اس میں ترمیم یوں کریں کہ رقم مع منافع دونوں صورتوں میں یکساں ملے گی" اس طرح غرر اور خطر دونوں کے ناجائز اثرات زائل ہو جائیں گے

ب۔ بیمہ دار اپنے خاندان کے جس فرد کے نام بیمہ کر رہا ہے اس کی موت کے بعد وہ رقم اسی کو ملتی ہے کسی اور کو نہیں، لہٰذا اس کے دیگر ورثا اگر ہوں تو وہ محروم رہ جاتے

ہیں لہٰذا یہ ناجائز اور ظلم ہے۔

اس میں ترمیم یوں کی جاسکتی ہے باپ کو کہا جائے کہ تمام ورثا کے لیے اس رقم کا بیمہ کرائے تاکہ اس کی موت کے بعد وہ رقم تمام ورثا کو ملے جسے وہ اپنے شرعی حصص کے مطابق تقسیم کریں

دوسری صورت یہ ہے کہ بیمہ کمپنی والے بیمہ دار کی موت کے بعد وہ رقم خود اس کے ورثا میں شریعت مطہرہ کی ہدایات کی روشنی میں تقسیم کر دیں۔ دوسرا طریقہ زیادہ موزوں، اور بے غبار ہے

# کاروبار کے طریقہ کار میں ترمیم

۱- اس کاروبار کو سود سے پاک کیا جائے جس کا طریقہ یہ ہوگا کہ بیمہ داروں کو ان کی رقوم پر ایک مقررہ شرح سود دینے کے بجائے انہیں مضاربت اور شرکت کے شرعی تجارتی طریقوں کی روشنی میں کاروبار میں شریک کیا جائے اور نفع و نقصان میں ان کے اموال کی نسبت کے مطابق انہیں شامل کیا جائے۔ اس طریق کار میں بیمہ داروں کو زیادہ سے زیادہ نفع ہوگا

آج کل انشورنس میں سرمایہ کاری کا جو طریقہ رائج ہے اس کے اعتبار سے مضاربت یا شرکتِ عنان کا طریقہ بہتر ہے یہاں ہم مختصراً مضاربت کے تجارتی طریقہ پر روشنی ڈالتے ہیں۔

# مضاربت[1]

۱ - اس کاروبار کی شکل یہ ہوتی ہے کہ ایک فرد یا چند افراد سرمایہ فراہم کرتے ہیں سرمایہ

---

[1] مضاربت کے شرعی اصول کا یہ خلاصہ ہم نے عبدالرحمٰن الجزیری کی کتاب "الفقہ علی مذاہب الاربعہ" ۳ جلد "قسم المعاملات" باب "المضاربت" سے نقل کیا ہے۔ تفاصیل کیلئے چاروں مذاہب کی کتب کا مطالعہ مفید ہوگا۔

دار کو اصطلاح فقہ میں رب المال کہتے ہیں دوسرا شخص یا کمپنی اس مال سے سرمایہ کاری کرتا ہے اصطلاح فقہ میں محنت یا کاروبار کرنے والے کو مضارب کہا جاتا ہے سالانہ نفع میں سے اصل دار کو اور محنت کرنے والے کو ایک خاص نسبت سے حصہ دیا جاتا ہے فرض کریں اصل دار کو $\frac{۱}{۳}$ اور محنت کرنے والے کو $\frac{۲}{۳}$ حصہ ملے گا اور اصل رقم اصل دار کی ہو گی۔

نقصان کی صورت میں نقصان سارے کا سارا اصل دار برداشت کرے گا کیونکہ مضارب کی محنت ضائع ہو گئی اور اصل دار کا سرمایہ۔

۲- مضارب کو جو رقم کاروبار کے لیے دی جائے وہ اس رقم کو آگے کسی دوسرے فرد کو مضاربت یا شرکت پر کاروبار کے لیے دے سکتا ہے بعض فقہاء کے نزدیک مضارب کو ایسا کرنے کے لیے اصل دار (اصل داروں) سے اجازت لینا پڑتی ہے کہ وہ رقم آگے کاروبار پر دے سکتا ہے یا نہیں اور بعض کے نزدیک اجازت ضروری نہیں بہر حال مضارب کو ایسا کرنے کی اجازت ہے انشورنس کمپنیاں جو رقم اکھٹی کرتی ہیں وہ انہیں آگے کاروبار کے لیے مضاربت کی شکل میں دے سکتی ہیں۔

۳ - جب مضارب اس رقم کو دوسرے شخص یا کاروباری ادارے کو دے گا تو اس کے ساتھ اپنی نئی شرائط طے کرے گا یعنی وہ جس شخص کو رقم دے رہا ہے اس سے کتنا فیصد منافع لے گا؟ وغیرہ۔ فرض کریں یہاں صاحب المال کا $\frac{۱}{۴}$ اور مضارب کا $\frac{۳}{۴}$ طے ہوتا ہے لیکن اس مضارب کا جو (جو اب رقم آگے کسی دوسرے کو کاروبار کے لیے دے رہا ہے) جو معاہدہ پہلے صاحب المال سے ہو چکا ہے اس کا اس نئے کاروبار میں دخل نہیں۔ وہ تو اس پہلے مضارب سے اپنا طے شدہ حصہ منافع میں سے لے گا۔

۴ - حساب کتاب سال ختم ہونے کے بعد ہو گا اور اگر فریقین چاہیں تو حساب کتاب کے بعد کاروبار جاری رہے گا۔

منافع کی تقسیم کرتے وقت پہلے سارا نقصان منہا کیا جائے گا اور باقی جو بچے گا وہ مقررہ تناسب سے تقسیم ہو گا۔

## ۳۔ بیمہ کی مالیت کا تعین

کسی بیمہ دار شخص کا اس کی مالی حیثیت اور ذرائع آمدنی سے بڑھ کر اور کسی بیمہ کی جانے والی جائیداد کا اس کی قیمت سے زیادہ اور کسی ذمہ داری کا اس کے عوض سے بڑھ کر بیمہ نہ کیا جائے اور جو شخص دھوکہ دے کر اپنی جائیداد زیادہ بتائے یا اس کی مالیت زیادہ ظاہر کرے اور جب چھان پھٹک کے بعد اس کا دھوکہ ظاہر ہو جائے تو اسے عدالتوں سے تعزیراتی سزا دلوائی جائے جس کے لیے شرعی قوانین موجود ہیں۔

## موجودہ انشورنش کی چند جائز مروجہ صورتیں

اس وقت دنیا کے مختلف ممالک میں انشورنس کی دو شکلیں ایسی مروج میں جو اسلامی نقطہ نظر سے بالکل جائز بلکہ مستحسن ہیں وہ دو شکلیں یہ ہیں۔

۱۔ اجتماعی انشورنس۔

۲۔ تبادلی انشورنس۔

## اجتماعی انشورنس

اس نظام انشورنس کے تحت دنیا کی مختلف حکومتیں اپنے مزدوروں اور بسا اوقات دیگر کارکنوں کو بڑھاپے مرض اور ریٹائرمنٹ کی صورت میں کفالت کرتی ہیں اس کی مختلف صورتیں اور شکلیں مروج ہیں مثلاً پنشن کی صورت میں امداد، بڑھاپا الاؤنس، میڈیکل الاؤنس بیروزگاری الاؤنس[1] وغیرہ برطانیہ اور جرمنی کا نظام اس سلسلہ میں قابل تعریف ہے۔ اسلام نظامِ کفالت عامہ میں اجتماعی انشورنس کو

---

[1] الدکتور حسین حامد حسان، حکم الشریعۃ الاسلامیہ فی عقود التامین دار الاعتصام، قاہرہ۔ ص ۳۱، ۳۲
۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء

صرف عمال کے طبقہ تک نہیں بلکہ تمام شہریوں تک عام کرتا ہے اسلام کے "نظام تکافل میں" اجتماعی انشورنس" اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے

## ۳- تبادلی انشورنس

تبادلی انشورنس کا کام تعاونی انجمنیں چلاتی ہیں۔ ان انجمنوں کے تمام حصہ داران کسی نہ کسی صورت میں کسی خاص خطرے کے سدباب کے لیے اکھٹے ہوتے ہیں۔ یہ انجمنیں اپنے تمام شرکاء سے سال کی ابتداء میں ان کے کسی خاص خطرہ کی انشورنس کے معاوضہ کے طور پر ایک مخصوص رقم لے لیتی ہیں (یہ ضروری نہیں کہ تمام شرکاء برابر رقم دیں) پھر انجمن سال بھر میں اپنے شرکاء میں کسی کو پیش آمدہ خطرہ یا نقصان کے ازالہ کے لیے جتنی رقم خرچ کرتی ہے اگر وہ رقم اس شخص کی سال کے ابتداء میں دی گئی رقم سے زیادہ ہے تو انجمنیں یا کمپنی باقی کا اس سے مطالبہ کرتی ہے۔ اور اگر اس کے خطرہ کے تحفظ یا نقصان کے ازالہ پر اٹھنے والے اخراجات کم ہیں تو اس کی باقی رقم واپس کر دیتی ہے۔ گویا تبادلی انشورنس میں تو صرف وقوعہ خطرہ یا نقصان کے وقت کمپنی اپنے ممبر کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتی، بلکہ اس کی پریشانی کو حل کرتی ہے اور اسے سنبھالا دیتی ہے انشورنس کی اس شکل میں موجودہ نظام انشورنس کی قباحت نہیں پائی جاتی ہے۔

اسلام کے "نظام تکافل اجتماعی" میں یہی کام "اسلامی معاشرہ" کے سپرد ہے۔

## ۴- انشورنس کے مؤیدین کے نقلی دلائل اور ان کا تجزیہ

بیمہ کے مؤیدین کے نقلی دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- انشورنس کمپنی اپنے بیمہ داروں کا جمع شدہ سرمایہ جہاں کہیں کاروبار میں لگا کر یا کسی ضرورت مند کو قرض دے کر جو سود کماتی ہے یا بیمہ دار کو اصل کے ساتھ جو منافع (اپنے کمائے ہوئے سود میں سے) دیتی ہے وہ شرعی ربا نہیں ہے۔

۲ - ودیعۃ بالاجر میں بیمہ کی بعض صورتوں کو شامل کیا جا سکتا ہے۔
۳ - مسئلہ ضمان خطر الطریق بیمہ کی بعض صورتوں سے مشابہہ ہے۔
۴ - بیمہ کو عقد موالاۃ پر قیاس کر لیا جائے۔
۵ - بیمہ کو بیع بالوفا کی طرح گوارہ کر لیا جائے۔
۶ - بیمہ شریعت اسلامیہ کے ایک اہم مقصد کو پورا کرتا ہے کہ "الضرر یزال" (ضرر کی تلافی کی جاتی ہے) وغیرھا۔

آیئے اب باری باری ان احتمالات کے جوابات دیتے ہیں۔

## ۱ - بیمہ میں شریعت کا سود پایا جاتا ہے،

جہاں تک پہلی دلیل یا احتمال کا تعلق ہے اس کا جواب بالتفصیل ہم پہلے درج کر آئے ہیں وہاں مختلف حوالہ جات اور مثالوں کے ذریعے یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ موجودہ نظام انشورنس میں شریعت کے ربوا کی دونوں صورتیں (ربوا الفضل اور ربوا النسیہ) پائی جاتی ہیں اور اس کا انکار غالباً بیمہ کمپنی والے بھی نہ کریں مگر نہ جانے ہمارے اسکالر زحضرات کو انشورنس کا سود کیوں منافع نظر آتا ہے؟۔

## ۲ - بیمہ اور ودیعۃ بالاجر،

ودیعۃ بالاجر کا جواز بیمہ کا جواز نہیں بن سکتا۔ ودیعۃ بالاجر کی صورت یوں ہے کہ ایک شخص اپنا کوئی مال یا روپیہ دوسرے شخص (امین) کے پاس اس اجازت کے ساتھ رکھ دیتا ہے کہ امین اس مال میں تصرف کر سکے گا اور امانت رکھنے والا اس کو امانت کی حفاظت کرنے پر کچھ مقررہ اجرت بھی ماہانہ یا سالانہ دیا کرے گا۔[1]

---

[1] مرغینانیؒ برھان الدین: الھدایہ، ج ۲، ایچ - ایم سعید کمپنی، کراچی، سن طباعت درج نہیں، ص ۲۲۶
- ابن عابدین، محمد امین: رد المحتار، ج ۳، باب المستامن، ص ۳۴۵

اور امین اس کو یہ ضمانت دے گا کہ اگر مال ضائع ہو جائے گا تو وہ اس کا معاوضہ دے گا
انشورنس کا جواز ودیعۃ بالاجر کے جواز سے قیاس کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ۔ کیونکہ انشورنس کی رقم جس کی بالاقساط ادائیگی کی جاتی ہے وہ امانت نہیں رکھی جاتی بلکہ وہ تو اس موہوم پالیسی کی قیمت ہے جسے بیمہ دار خریدتا ہے حتیٰ کہ اگر پالیسی ہولڈر ( Policy Holder ) ان اقساط کی ادائیگی کسی وجہ سے ادا کرنا بند کر دے تو انشورنس کمپنی اس کی اداشدہ رقم سوخت کر لیتی ہے ۔ حالانکہ امانت کے ساتھ تو یہ سلوک نہیں کیا جاتا ۔ دوسرے ودیعۃ بالاجر رکھنے والا امین کو اس ودیعۃ (امانت) کی حفاظت کرنے پر کچھ اجرت دیتا ہے ۔ جبکہ بیمہ کمپنی والے تو رقم (بالاقساط) جمع کرانے والے کو سود (بنام بونس) دیتے ہیں گویا ودیعۃ بالاجر اور انشورنس کی رقم دونوں ایک دوسرے کی الٹ ہیں تیسرے ودیعت (امانت) اگر امین سے بلا ارادہ ضائع ہو جائے تو امین سے کسی قسم کا تاوان یا عوض نہیں لیا جاتا جب کہ انشورنس کمپنی اور بیمہ دار کے درمیان ہونے والے معاہدہ میں اس قسم کی کوئی شق نہیں ہوتی ۔ الغرض، انشورنس کا ودیعۃ (امانت) بالاجرۃ کے ساتھ جوڑ ملانا کسی طرح بھی جچتا نہیں ۔

## ۴۔ انشورنس اور مسئلہ ضمان خطر الطریق،

مسئلہ ضمان خطر الطریق کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کسی مسافر سے کہے تم اس راستے پر سفر کرو یہ راستہ بالکل محفوظ ہے اور اگر تمہارا مال و اسباب لٹ جائے تو میں تمہارے مال کا ضامن ہوں" اب اگر اس راہ پر سفر کرتے ہوئے اس مسافر کا مال و اسباب لٹ جائے تو وہ شخص اس کے مال و اسباب کے معاوضہ کا ضامن ہو گا کیونکہ اس نے راستہ کی سلامتی بتاتے ہوئے بالصراحت یہ کہا تھا کہ اسباب لٹ جانے کی صورت میں وہ ضامن ہو گا ۔ البتہ اگر وہ شخص راہ گیر کو صرف یہ کہتا کہ یہ راستہ سلامتی کا ہے اور پھر اس راہ گیر کا اسباب لٹتا تو وہ شخص ضامن نہ ہوتا کیونکہ اس کے بیان سلامتی میں ضمانت کا اقرار نہیں اب مذکورہ صورت مسئلہ کی رو سے یہ کہنا بالکل درست ہو گا کہ انشورنس کا "ضمان علی خطر الطریق" پر قیاس کرنا غلط ہے ۔ کیونکہ راستہ کی سلامتی کی ضمانت دینے والا یہ ضمانت دے رہا ہوتا ہے کہ مسافر کا سامان لٹے گا نہیں جبکہ انشورنس کمپنی بیمہ شدہ شخص یا چیز کے تلف یا ہلاک نہ ہونے کی ضمانت

نہیں دیتی بلکہ نقصان یا معاوضہ پورا کرنے کی ضمانت دیتی ہے یہ ضمانت سے بڑھ کر جوا ہے کیونکہ انشورنس کمپنی تو اس لالچ میں نقصان کی تلافی کی ذمہ داری قبول کر رہی ہوتی ہے کہ بیمہ شدہ شخص زیادہ دیر تک زندہ رہے گا جس کے نتیجہ میں انشورنس کمپنی کو زیادہ رقم (بصورت قیمت پالیسی) ملے گی جسے وہ سود پر دے کر سرمایہ کاری کرے گی جبکہ "ضمان علی خطر الطریق" دینے والا اگر یہ ضمانت بغیر کسی معاوضہ کے دیتا ہے تو پھر اُسے دھوکہ دینے والا کہا جائے گا جو راستہ کی عدم سلامتی سے گویا واقف تھا مگر اس نے ایک مسافر کو دھوکہ سے ایک غیر محفوظ راستہ پر ڈال کر اس کا سامان لٹوا دیا۔ لہٰذا وہ حسب وعدہ خسارہ پورا کرے۔ اور اگر اس نے کوئی معاوضہ لے کر ضمانت دی ہے۔ (جیسے ڈاک خانہ والے کرتے ہیں) تو پھر سامان گم ہونے یا لٹنے کی صورت میں یہ سمجھا جائے گا کہ اس نے حفاظت سامان کی اجرت لی مگر حفاظت سامان کی ذمہ داری پوری نہ کی لہٰذا وہ جرمانہ کے طور پر خسارہ مال ادا کرے۔ مگر انشورنس کمپنی اور بیمہ دار دونوں خطرہ کی حالت میں ہوتے ہیں کیونکہ بیمہ دار بیمہ کراتے ہی اس لیے ہیں کہ ان کی ہلاکت یا بیمہ شدہ شئے کے اتلاف جیسے خطرات کا تحفظ ہو سکے اور بیمہ کمپنی کو یہ خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ بیمہ شدہ شخص یا شئے وقت سے پہلے ہی ہلاک یا تلف نہ ہو جائے۔ ورنہ اُسے نقصان یا معاوضہ دینا پڑے گا۔ گویا انشورنس کمپنی خود انجام سے آگاہ نہیں۔ لہٰذا اس کا معاہدہ ہی قمار پر مبنی ہے مگر ضمان علی خطر الطریق میں یہ عنصر قمار نہیں ہوتا کیونکہ وہاں تو ضامن جانتا ہوتا ہے کہ یہ راستہ پر امن ہے یا نہیں اور پھر امن نہ ہونے کی صورت میں اس کا کسی کو ضمانت امن دینا دھوکہ ہے اور دھوکہ کی سزا میں وہ ہرجانہ ادا کرے گا[۱] البتہ ڈاک خانہ کے بیمہ (انشورنس) کو "ضمان علی خطر الطریق" پر قیاس کر کے اسے درست کہا جا سکتا ہے اور ڈاک خانہ کے انشورنس کے شرعی ہونے پر علماء کرام کا اتفاق ہے

## ۴۔ انشورنس اور بیع بالوفاء

بیع بالوفا کی صورت یہ ہوتی ہے جب ایک شخص (بائع) دوسرے شخص (مشتری)

---

[۱] ابن عابدین، فتاویٰ شامی (ردالمحتار) ج ۳، باب المستامن، ص ۳۴۵۔

سے یہ کہے "میں نے یہ دوکان تمہیں فروخت کر دی" اور پھر یہ شرط طے کرے اور اس کو تحریر لکھا دے کہ "جب میں تمہیں قیمت ادا کر دوں تو تمہیں دوکان مجھ کو واپس کرنا ہوگی"۔[1]
اس بیع کے بارے میں فقہاء کا شدید اختلاف ہے بعض اسے رہن کہتے ہیں، بعض بیع کہتے ہیں، بیع کہنے والوں میں بھی اختلاف ہے بعض کہتے ہیں بیع فاسد ہے جبکہ بعض کے نزدیک بیع صحیح ہے جمہور علماء کرام کے نزدیک یہ بیع ہے کیونکہ اس میں یہاں بیع وشراء کے الفاظ پائے جاتے ہیں۔ اگر بیع کے اندر واپسی کی شرط کی گئی تو بیع فاسد ہے اور اگر ایجاب وقبول کے بعد شرط عائد کی گئی تو بیع صحیح ہے اور یہ شرط ایک وعدہ ہے جس کی وجہ سے بیع میں کوئی خرابی نہیں آتی۔

۴۔ لہٰذا انشورنس کے مؤیدین یہ کہتے ہیں کہ جس طرح بیع بالوفا میں وہی مبیع (بیچی اور خریدی جانے والی چیز) بائع کو واپس فروخت کر دی جاتی ہے اس طرح بیمہ کمپنی والے بیمہ دار سے ایک مقررہ رقم لے کر (گویا کہ خرید کر) وہی رقم (گویا کہ مبیع) بیمہ دار (گویا کہ مشتری) کو واپس کر (بیع) دیتے ہیں لیکن انشورنس اور بیع بالوفا میں مندرجہ ذیل باتوں میں فرق جاتا ہے

۱۔ بیع بالوفا میں ایک چیز یا جنس کی خرید وفروخت ہوتی ہے، انشورنس میں روپیہ کی خرید وفروخت ہوتی ہے اور شریعت میں نقد کی بیع کمی بیشی کے ساتھ حرام ہے کیونکہ اس میں سود کا عنصر پایا جاتا ہے۔

۲۔ بیع بالوفا میں بائع کو وہی مبیع بعینہٖ مل جاتی ہے (بشرطیکہ معاہدہ بیع میں پیشگی واپسی کی شرط نہ ہو) مگر انشورنس میں تو چند اقساط ادا کرنے کے بعد بیمہ دار اقساط کی ادائیگی بند کر دے تو بیمہ کمپنی والے انہیں ہضم کر لیتے ہیں اور ڈکار بھی نہیں لیتے یوں بیمہ دار بیچارے کو سوائے انشورنس کمپنی والوں کو کوسنے اور ان کی غیبت کرنے کے اور کچھ نہیں ملتا۔ گویا کہ بیع بالوفا میں تو "وفا" کی جاتی ہے مگر انشورنس میں تو بے وفائی بھی ہوتی ہے۔

---

[1] مفتی ولی حسن، "بیمہ زندگی"، ص ۱۵

انشورنس کا معاہدہ بیع بالوفا کی مانند بھی نہیں کیونکہ بیع بالوفا کا جواز بھی اس صورت میں ہے کہ بیع کا معاہدہ کرتے وقت بائع پیشگی یہ شرط نہ لگائے کہ مبیع بعد میں اُسے واپس کر دی جائے۔ لیکن انشورنس میں تو معاملہ ہی انوکھا ہے۔ بیمہ دار کو پہلے ہی یہ بتا دیا جاتا ہے کہ اگر وہ بیمہ پالیسی کی تمام رقم ادا کرنے سے قبل ہی اللہ کریم کو پیارے ہو گئے تو ان کے ورثاء کو اتنی رقم ملے گی اور اگر بیمہ کی پالیسی کی تمام مالیت کی ادائیگی کے بعد تک زندہ رہے تو اس قدر رقم ملے گی۔ اس کا بیع بالوفا سے قیاس کرنا بالکل غلط ہے۔ انشورنس کے اس طرح کے معاہدہ کی بنیاد ہی قمار پر ہے جبکہ بیع بالوفا میں جوا (قمار) کی صورت نہیں ہوتی۔

## انشورنس اور عقد موالاۃ

عقد موالاۃ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب ایک مجہول النسب شخص دوسرے شخص سے اس قسم کا معاہدہ کرے کہ جنایت کی صورت میں ہر ایک دوسرے کی دیت (خون بہا) ادا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔ اسی طرح وفات کی صورت میں ہر ایک دوسرے کی میراث کا حق دار ہوگا۔ شریعت اسلامیہ میں اس قسم کا عقد قابل تعریف ہے یہ تعاون علی البر والتقویٰ کا عمدہ نمونہ ہے۔ اس قسم کے معاہدہ کی رو سے ایک شخص دوسرے ایسے شخص کا ذمہ دار اور وارث بنتا ہے جس کا دنیا میں کوئی وارث نہ ہو۔ مگر شریعت اسلامیہ میں ایسا عقد (معاہدہ) بغیر کسی مالی معاوضہ کے صرف تعاون علی الخیر کے جذبہ سے کیا جاتا ہے جبکہ انشورنس کمپنی اس قسم کی ذمہ داری بغیر مالی معاوضہ کے نہیں کرتی اور انشورنس کمپنی کا نظام وہ تمام فاسد شرائط اپنے اندر لیئے ہوتا ہے جس کا ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں اور وہ فاسد شرائط انشورنس کے اس معاہدہ کو ربوا اور قمار کے ناپاک عناصر سے گندہ کر دیتی ہیں اور یوں تعاون علی الخیر کا عقد تعاون علی الربا والقمار والظلم بن جاتا ہے۔

## انشورنس اور اصول الضرر یزال

انشورنس کے بعض وکلاء ایک نہایت بودی دلیل یہ بھی لاتے ہیں کہ انشورنس ...

اسلامیہ کے ایک بنیادی اصول "الضرر یزال" (نقصان کی تلافی کی جاتی ہے) کو پورا کرتا ہے کیونکہ اس کے ذریعے بیمہ دار کو پہنچنے والے نقصان کی تلافی بیمہ کمپنی کرتی ہے۔ اس دلیل کے جواب میں ہم یہ گذارشات پیش کریں گے

۱۔ الضرر یزال کا اصول یہی ہے کہ جو نقصان کرے وہی اس کی تلافی کرے کیونکہ قرآنی اصول لا تزر وازرۃ وزر اخرٰی [1] (کوئی جان دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی) ہے مگر موجودہ نظام انشورنس میں ایک کا نقصان پوری قوم پر ڈالا جاتا ہے ایک چالاک بیمہ دار جو بدقسمتی سے بہت بڑا سرمایہ دار اور کارخانہ دار بھی ہوتا ہے۔ جب اپنے کاروبار کو مندے کی طرف جھکتا دیکھتا ہے تو کارخانہ کو آگ دکھا کر پوری قوم سے اس کی دوگنی مالیت بذریعہ انشورنس کمپنی وصول کر لیتا ہے۔ کیا شریعت کے اصول "الضرر یزال" کی روح یہی تقاضہ کرتی ہے؟

غرض، یہاں ہم نے نہایت اختصار سے بیان کیا ہے کہ موجودہ نظام انشورنس میں کیونکر اور کیا کیا تبدیلیاں کی جائیں کہ یہ کاروبار اسلامی بن جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس عنوان کے تحت بہت زیادہ لکھنے کی ضرورت تھی مگر یہاں اس سے اتنا ہی تعرض کیا گیا ہے جتنے کا تعلق ہمارے مقالے سے تھا لیکن یہ کام کسی ایک فرد یا ادارے کا نہیں بلکہ اس کی اصلاح کی قومی سطح پر ضرورت ہے۔ راسخ العقیدہ علماء اور جدید تعلیم یافتہ حضرات جو صائب الرائے اور دین کا درد رکھنے والے ہیں، اس کاروبار کو جوا اور سود سے پاک کرنے کے لیے تجاویز مرتب کریں۔

اسلامی حکومت اس کام کی اصلاح کا بیڑا اٹھائے اور کاروبار اسلامی خطوط پر استوار کرنے کا پختہ عزم کرے تو کوئی اَن ہونی بات نہیں کہ یہ حرام کا کاروبار حلال اور طیب بن جائے آخر آج کا سودی کاروبار کیا ۴ یا ۵ سال میں ایسا سائینٹیفک طریقہ پر چلنے کے قابل ہو گیا تھا؟ نہیں بلکہ اس نے مدتوں اپنا سفر جاری رکھا، تب اس منزل پر پہنچا۔ علماء اسلام کی فقیہانہ بصیرت اور مسلمان ماہرین

---

[1] الانعام: ۶

معاشیات کی مخلصانہ کوشش کے لیے یہ کوئی مشکل مسئلہ نہیں۔ ہم یہ بات وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اگر انشورنش کا کاروبار اسلامی خطوط پر استوار کر لیا جائے تو انشورنس کمپنی اور بیمہ داروں دونوں کو کہیں زیادہ نفع دنیوی اعتبار سے بھی ہوگا۔ اور حلال اور طیب کھانے کے بعد ان میں اللہ کریم کا بندہ بننے کا ذوق بھی پیدا ہوگا۔

ربنا تقبل منا ط انك انت السميع العليم۔

جج، منصف، مجسٹریٹ، وکلا، علماء، دینی مدارس کے طلباء کے لئے نادر تحفہ

# اسلام کا قانونِ شہادت جلد اوّل

## حصہ فوجداری

تالیف

مولانا سید محمد متین ہاشمی ڈائریکٹر ریسرچ سیل

فوجداری مقدمات (حدود و قصاص) میں شہادت کا اسلامی معیار۔ طریق کار۔ عادل شاہد۔ عادل کا موجودہ دور میں معیار۔ اسلامی فقہ کی مہمات کتب (متعلقہ پر چہار ائمہ فقہ) سے اردو زبان میں سب سے پہلی کتاب۔

اعلیٰ جلد، گلیز کاغذ، صفحات ۴۷۲، قیمت ۵۵/۰۰ روپے

پتہ

مرکز تحقیق (ریسرچ سیل) دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور

# فہرست مخطوطات

## تین جلدیں

مرتبین

مولانا سید محمد متین ہاشمی، ساجد الرحمٰن صدیقی، حافظ غلام حسین

دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری میں موجودہ نادر و کمیاب قلمی کتب
کی تفصیلی فہرست جس میں مخطوطات کے تعارف کے ساتھ ساتھ مؤلفین
کے حالات زندگی پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

قیمت مجلد ۱۵۰/۰۰ روپے

پیپر بیک ۱۲۰/۰۰ روپے

ملنے کا پتہ

مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور